یونیورسٹی
امام خمینیؒ کی نگاہ میں

مؤلف: آیت اللہ ابراہیم امینیؒ

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

رہبرِ کبیر امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یونیورسٹی ایک قوم کی سعادت و خوشحالی اور اسی کے برعکس شقاوت و تباہی کا مرکز ہے۔ یونیورسٹی کے ذریعہ ہی ایک قوم کی تقدیر کا فیصلہ کیا جانا چاہیے۔ ایک اچھی یونیورسٹی قوم کو سعادت مند کرتی ہے اور غیر اسلامی یا خراب یونیورسٹی ایک قوم کو پس ماندہ بنا دیتی ہے۔

المہدیؑ ادارۂ تربیت اسلامی
آئی ایس او پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

دعائے امام زمانہؑ

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّکَ الْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ

صَلَوَاتُکَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آبَائِہٖ فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَةِ

وَفِیْ کُلِّ سَاعَةٍ وَلِیّاً وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِرًا وَ

دَلِیْلاً وَعَیْنًا حَتّٰی تُسْکِنَہٗ اَرْضَکَ طَوْعًا وَ

تُمَتِّعَہٗ فِیْھَا طَوِیْلاً

یونیورسٹی

امام خمینیؒ کی نگاہ میں

☆........☆........☆

مؤلف: آیت اللہ ابراہیم امینیؒ

الہدیٰ اداره تربیت اسلامی
آئی ایس او پاکستان

المہدی (عج) ادارہ تربیت اسلامی آئی ایس او پاکستان

فہرست

مقدمہ ______ ۵

(الف) ملک کی ترقی یا زوال میں یونیورسٹی کا کردار ______ ۶

(ب) یونیورسٹی میں استعمار کا کردار ______ ۷

۱) مادیت اور منفعت طلبی کی تربیت ______ ۹

۲) طلبہ سے ان کی شخصیت، روحی طاقت اور ان کی مستقل مزاجی چھین لینا ______ ۱۱

۳) علمائے دین کو یونیورسٹیز سے جدا کرنا ہے ______ ۱۴

(ج) یونیورسٹیوں کو اسلامی بنانا ______ ۱۸

اسلامی یونیورسٹی ______ ۲۰

☆........☆........☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

ملکوں اور قوموں کی ترقی وپیش رفت میں یونیورسٹی کی اہمیت اور اس کا حساس وتقدیر ساز کردار کسی سے پوشیدہ نہیں ہے وہ ممالک جو علم وصنعت میں اعلیٰ مدارج پر پہنچے ہیں اپنی ترقیوں میں زیادہ تر یونیورسٹیوں کے مرہون منت ہیں ۔لہٰذا تمام ممالک اور قومیں یونیورسٹیوں کے وجود کو قبول اور اس پر افتخار کرتی ہیں اور اس پر افتخار کرتی ہیں اور اس راہ میں بکثرت انسانی طاقت اور پیسہ صرف کرتی ہیں مگر افسوس ایسا نہیں ہے کہ یونیورسٹی نے ہر جگہ مثبت ہی نتیجہ بخشا ہو اور قوموں کی فلاح و بہبود اور ملکوں کی ترقی و برتری کے اسباب فراہم کئے ہوں بلکہ یہی خیر و برکت کا مرکز اکثر ملک وقوم کی تباہی و زوال کا سبب بھی ہوا ہے ۔جب کہ تیسری دنیا کے ممالک اور خاص طور سے اسلامی ممالک میں زیادہ تر یونیورسٹی نے یہی شکل اختیار کر رکھی ہے ۔

اسی بنا پر اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ یونیورسٹی کی صورت حال کا جائزہ لیا جائے اور اس پر نظر ثانی کی جائے ۔اور اس کی اصلاح، تکمیل نیز درست مقصد کی طرف اس کی رہنمائی کے سلسلہ میں پوری سنجیدگی سے کام کیا جائے ۔

چنانچہ یہ خیال سامنے آیا کہ امام خمینیؒ کے افکار ونظریات اس سلسلہ میں مفید ثابت ہو سکتے ہیں اور یونیورسٹیوں کی اصلاح اور ان کی تکمیل میں ہماری مدد کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ ایک اسلامی فقیہ اور مجتہد ہیں اور سلسلہ میں بہترین شخص ہیں جو اسلام شناس ہونے کی حیثیت سے حوادث وموضوعات کی شناخت پر بھی پوری مہارت رکھتے ہیں، اس سلسلہ میں اسلامی نظریہ کی تشریح وضاحت کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ ایسے باخبر اور انسان شناس رہبر میں جو پچیس سال سے زیادہ عرصہ تک اسلامی انقلاب کی

کامیابی سے قبل اور اس کے بعد بھی عملی پر یونیورسٹی کے طلبہ اور اساتذہ سے جڑے رہے اور اپنی راہنمائیوں کے ذریعہ اس عظیم وقوی طاقت سے فائدہ اٹھانے اور انہیں عالمی استکبار کے خلاف جہاد کی راہ میں آمادہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔لہٰذا آپ یونیورسٹیوں کے مشکلات اور ان کی راہ حل سے پوری طرح آگاہ ہیں اور ایک صاحب نظر اسلام شناس ہونے کے عنوان سے ان کے نظریات تیسری دنیا کی یونیورسٹی اور خاص طور سے اسلامی مما لک کی یونیورسٹیوں کی اصلاح کے سلسلہ میں مفید ثابت ہوں گے۔

ہم یہاں امام خمینیؒ کے نظریات کا چند عنوانات کے تحت جائزہ لیں گے اور ان کی تشریح کریں گے:

(الف) ملک کی ترقی یا زوال میں یونیورسٹی کا کردار

حضرت امام خمینیؒ یونیورسٹی کو تعلیم وتربیت کا سب سے بڑا اور سب سے حساس مرکز جانتے ہیں۔جس کی اچھی یا بری صورت حال قوم کی سعادت وخوشحالی اور ملک کی ترقی و کامیابی یا عوام کی ہلاکت و بدبختی اور ملک کی تباہی و زوال میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔اس سلسلہ میں امام خمینیؒ کے بہت سے اقوال ہیں جن کے چند نمونوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

”یونیورسٹی ایک قوم کی سعادت و خوشحالی اور اسی کے برعکس شقاوت و تباہی کا مرکز ہے۔یونیورسٹی کے ذریعہ ہی ایک قوم کی تقدیر کا فیصلہ کیا جانا چاہیے۔ایک اچھی یونیورسٹی قوم کو سعادت مند کرتی ہے اور غیر اسلامی یا خراب یونیورسٹی ایک قوم کو پس ماندہ بنادیتی ہے۔“

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”یونیورسٹی کے ذریعہ ہی ایک ملک مستقل ہوسکتا ہے اور یونیورسٹی کے ذریعہ ہی ایک ملک وابستہ اور دوسرے ملک کا پٹھو ہوسکتا ہے۔“

دنیا کے موجودہ حالات وشرائط میں ملکوں کا نظام چلانے والے زیادہ تر یونیورسٹی کے افراد ہیں۔صدر جمہوریہ،وزراء انکے معاونین اور نمائندے،ڈائریکٹرز،اساتذہ،فوج اور انتظامیہ کے اعلیٰ

عہدہ دار، ڈاکٹرز، انجینئرز، ججز، پائلٹز، اہل قلم، نامہ نگار، تعلیمی وثقافتی نیز دیگر اداروں کے نگراں اور ذمہ دار افراد یہ سب زیادہ تر دانشگاہوں کے فارغ التحصیل افراد ہیں۔پس معلوم ہوا کہ یہ دانشگاہ کے افراد ہیں جو ملک کو چلاتے ہیں۔

اسی بناء پر یونیورسٹی کے تعلیم وتربیت کے منصوبوں، طلبہ کی نگرانی کے طریقے، یونیورسٹی پر محیط فکری فضا اور وہ طرز تفکر جوان کے حوالہ کیا جاتا ہے، ملک کے سلسلہ میں بہت زیادہ اہم اور تقدیر ساز ہیں ۔ایک قوم کی سعادت وعظمت کی منصوبہ بندی اور پیشین گوئی یونیورسٹی کے ماحول میں ہونی چاہیے ۔اگر یونیورسٹی سے فارغ ہونے والے افراد خیر خواہ، باعظمت، صاحب علم، فرض شناسی مخلص، فدا کار ،مدبر، دیندار، ذمہ دار، سنجیدہ اور محنتی ہوں تو ان کا ملک آباد اور ان کی قوم سر بلند اور خوشحال ہوگی۔کیونکہ کل ملک کو چلنے والے یہی فارغ التحصیل افراد ہوں گے۔

لیکن اگر دانشگاہ کے فارغ التحصیل افراد مادی منفعت پرست، مطلبی ،خود خواہ ،ریاست طلب، غیر ذمہ دار، فرض ناشاس، عیش پسند اور کم ظرف ہوں اور اپنے ذاتی منافع کو تمام چیزوں پر ترجیح دیتے ہوں تو ان کا ملک تباہ وبرباد اور ان کی قوم بدبختی، ہلاکت وذلت کا شکار ہو جائے گی۔

اس کے علاوہ حاکم طبقے اور ملک کو چلانے والوں کا اچھا یا برا، طرز تفکر، رفتار و کردار، زیر تسلط یا نچلے طبقہ کے افراد میں بھی سرایت کرے گا۔کیونکہ قوم کے تمام افراد زیادہ تر اخلاق و کردار میں اپنے بزرگوں اور امراء کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کی پیروی کرتے ہیں۔

اسی بنا پر حضرات امامؒ کے قول کے مطابق یہ کہا جا سکتا ہے کہ دانش گاہ یونیورسٹی ایک قوم کی سعادت ونیکی اور اسی کے برعکس شقاوت وبدبختی کا مرکز ہے۔

(ب) یونیورسٹی میں استعمار کا کردار

بڑی اور استعماری طاقتیں یونیورسٹی کے نہایت اہم اور تقدیر ساز کردار پر پوری توجہ رکھتی ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ وہ اسے اپنی استعماری سرگرمیوں اور غارت گریوں کے لئے سب سے بڑا مرکز قرار

دیتی ہیں۔تیسری دنیا کے ملکوں میں یونیورسٹیاں بنانے میں مدد دیتی ہیں اور اسی کے ذریعہ سے خود کو قوموں کا خیر خواہ ظاہر کرتی ہیں۔ان کے لئے منصوبے تیار کرتی ہیں۔کتابیں اور اساتذہ بھیجتی ہیں اور طلبہ کو وظیفے دیتی ہیں۔انہیں بلا معاوضہ قرض اور مالی امداد فراہم کرتی ہیں۔

طالب علموں کی تربیت کرتی ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ یہ اپنے ملک اور اپنی قوم کی خدمت کریں بلکہ اس لئے کہ اپنے استعماری تسلط و حاکمیت اور غارت گری کو قائم رکھنے میں ان سے استفادہ کریں۔اپنا طرز تفکر اور اپنی ثقافت دانشگاہوں میں رائج کرتی ہیں اور یونیورسٹیوں اور طلبہ کو اپنا ہم رنگ اور اپنے آپ سے وابستہ بنالیتی ہیں۔ان سے فکری استقلال و آزادی چھین لیتی ہیں۔اور ان ہی دانشگاہوں کے فارغ التحصیل افراد کے جو ملکوں کے اونچے اور حاکم و ذمہ دار طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ان ممالک کے تمام اقتصادی، سیاسی، ثقافتی، فوجی حتیٰ کہ دینی امور کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔اسی طرح یہ لوگ اپنے کھلم کھلا اور پرانے استعمار کو نئے اور پوشیدہ استعمار میں تبدیل کرکے اپنی آمریت برقرار رکھتے ہیں۔

حضرت امام خمینیؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''وہ سب سے بلند و بالا چیز جس پر کمزور اور اسلامی ملکوں کے دشمنوں نے انسانیت کے مخالفوں کی جانب سے اپنی انگلی جمائی ہے، یونیورسٹی ہے۔کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر یونیورسٹی ان کے قبضہ میں ہو تو گویا پورا ملک ان کے قبضہ میں ہے۔یہ یونیورسٹی ہے جو ملک کو چلاتی ہے۔یونیورسٹی ہی ہے جو موجودہ اور آئندہ نسل کی تربیت کرتی ہے۔چنانچہ اگر یونیورسٹی مشرق و مغرب کی غارت گریوں کے قبضہ میں ہو تو ان کے اختیار میں ہے۔یہ یونیورسٹی اور یونیورسٹی کی تربیت ہے جو ہمارے جوانوں کو مغرب یا مشرق کی طرف موڑ رہی ہے۔''

''سب جانتے ہیں کہ ایک ملک، ایک قوم اور ایک نظام کی تقدیر عوام کے بعد پڑھے لکھے طبقہ کے ہاتھوں میں ہے اور نئے استعمار کا سب سے بڑا مقصد اس طبقہ کے مراکز کو اپنے ہاتھ میں لینا ہے۔ہمارے ملک نے گزشتہ دہائیوں میں جو کچھ بھی صدمہ اور رنج اٹھایا اسی طبقہ کے خیانت کاروں کے

ہاتھوں اٹھایا ہے ۔مشرق زدہ اور مغرب زدہ افراد کی مشرق و مغرب سے وابستگی یا دوسرے لفظوں میں ان روشن خیال افراد کے ذریعہ جوان ہی دانشگاہوں سے نکلے ہیں۔"

"یہ بڑی طاقتیں ہمارے جوانوں کو تباہی کی طرف کھینچ لے جانا چاہتی ہیں ۔ہماری یونیورسٹیوں کو استعماری یونیورسٹیاں بنانا چاہتی ہیں ۔ہمارے اقتصاد کو وابستہ کرنا چاہتی ہیں ۔ہماری فوج کو وابستہ اور محتاج کرنا چاہتی ہیں ۔ان کی نگاہ صرف ایران پر نہیں ہے ۔وہ تمام مسلمان ملکوں پر،ان ممالک پر جنہیں اسلام کے زیر تسلط ہونا چاہیے اپنی نظریں گڑائے ہوئے ہیں۔"

بڑی اور استعماری طاقتیں یونیورسٹیوں کو تسخیر کرنے،طلبا کو جذب کرنے اور ان استعماری تربیت کرنے کے لئے بڑے ہی دقیق اور حساب شدہ منصوبوں پر عمل کرتی ہیں ۔جن میں سے چند اہم نکتوں کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے۔

ا) مادیت اور منفعت طلبی کی تربیت

استعماریوں کا اہم کام یہ ہے کہ یونیورسٹی کے ماحول میں طلبہ اور اساتذہ کے اندر مادیت اور منفعت طلبی کا شدید رجحان پیدا کر دیتے ہیں اور طلبہ واساتذہ کی ایسی تربیت کرتے ہیں کہ وہ اپنی تعلیم کا مقصد سند اور منصب و مقام حاصل کرنے ،پیسہ کمانے اور مادی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے سوا کچھ اور نہیں سمجھتے ۔یونیورسٹی کے ماحول کو جسے علم و دانش،فضیلت و معنویت و اخلاص اور اللہ کے بندوں کی خدمت کے فریضہ کی انجام دہی کے لئے آمادگی کا ماحول ہونا چاہیے اور ایک جملہ میں جسے عبادت گاہ ہونا چاہیے اسے اس کی حقیقت سے کھوکھلا بنا کر مادیت اور منفعت طلبی کا مرکز بنا دیتے ہیں۔

چنانچہ جو طلبہ ایسے ماحول اور ایسی فکر کے تحت تربیت پائیں گے اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد معاشرہ میں قدم رکھیں گے ۔ملک کو چلانے کا بار اپنے کاندھوں پر اٹھائیں وہ ملک اور عوام کی خدمت نہیں کریں گے بلکہ وہ اپنے ذاتی منافعوں کے حصول اور استعمار کے خواہشات پر عمل پیرا ہوں گے ۔پھر ایسے ملک وقوم کی سرنوشت روشن وواضح ہے۔

امام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''جو کچھ اسلام میں پیش کیا گیا ہے مادیات نہیں معنویات ہیں جنہیں یونیورسٹی کے ذریعہ طبقات میں سرایت کرنا چاہیے۔ (اس) یونیورسٹی کو درست صالح انسان بنانے کا مرکز ہونا چاہیے۔۔۔۔''

''تمام آسمانی کتابیں انسان کو انسان بنانے کے لئے آئی ہیں۔ اگر انسان صحیح ہو جائے تو تمام چیزیں معنویت کی شکل میں ڈھل جائیں گی یعنی مادیت بھی معنویت کی صورت اختیار کرے گی۔۔۔۔''

''اگر آپ نے انسان کو درست کر لیا تو گویا اپنی مملکت کو نجات دے دی۔ اگر آپ نے اصول پسند اور باوفا انسان تربیت کیا، امین انسان، ایک دوسری دنیا پر اعتقاد رکھنے والا انسان، اللہ پر ایمان رکھنے والا انسان۔ اگر آپ کی اور ہماری یونیورسٹی میں ایسے انسان کی تربیت ہوئی تو گویا آپ نے اپنے ملک کو نجات دے دی۔''

''ہمارے نوجوان نے اگر علم حاصل کر بھی لیا تو تربیت سے خالی ہیں۔ یا تربیت تو ہوئی ہے لیکن اسلامی بنیادوں پر نہیں ہوئی۔ جو لوگ علم حاصل کرتے ہیں تو وہ اس لئے ہے کہ (سند) کا ایک ورق حاصل کر لیں اور جا کر قوم کے سر کا بوجھ بنیں۔''

اہم یہ بات ہے کہ جو شخص یونیورسٹی سے فارغ ہو کر باہر آئے وہ یہ سمجھے کہ میں نے اس مملکت کے بجٹ سے تعلیم حاصل کی ہے۔ مہارت پیدا کی ہے۔ اعلیٰ عہدوں پر پہنچا ہوں اور اب مجھ پر لازم ہے کہ اس مملکت کی خدمت کروں، ملک کے استقلال کے لئے میں اس کا خدمت گزار ہوں۔ جو لوگ اس ملت و قوم سے لگاؤ رکھتے ہیں جو لوگ خود وابستہ اور بڑی طاقتوں کے خدمت گزار نہیں ہیں وہ آگے بڑھیں اور یونیورسٹی کو ایک ایسا مرکز بنانے کی کوشش کریں جو علم و تہذیب کا مرکز ہو۔ اس کے سارے تخصصات اور مہارتیں خود ملک کی خدمت کے لئے ہوں۔ یہ نہیں کہ انسان ماہر فن بن کر اپنی اس مہارت سے ہمیں امریکہ کے جال میں پھنسانے میں ماہر ہو اور اپنی اس مہارت سے ہمارے اپنے ملک کو نقصان پہنچائے۔

۲) طلبہ سے ان کی شخصیت، روحی طاقت اور ان کی مستقل مزاجی چھین لینا

استعمار کا دوسرا منصوبہ یہ ہے کہ طلبہ سے ان کی شخصیت، روحی طاقت اور ان کی مستقل مزاجی چھین لینا ہے اور انہیں ایک ہارے ہوئے، ناتواں، بے ارادہ اور غیر پر منحصر شخص کی حیثیت سے تربیت دینا ہے۔

یونیورسٹیوں کے منصوبے کچھ اس ڈھنگ سے تربیت دیتے اور منظم کرتے ہیں جن کا نتیجہ اس کے علاوہ کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا۔ یونیورسٹی کے طلبہ مغربی دیار سے اپنے ملک میں آنے والی ترقی یافتہ اور حیرت انگیز صنعتوں کے نمونے دیکھتے ہیں یا کتابوں، رسالوں اور روز ناموں میں پڑھتے ہیں یا ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے سنتے ہیں یا یورپ گئے ہوئے لوگوں سے ان کی خبریں حاصل کرتے ہیں یا خود ہی ان ممالک میں سفر کر کے ترقی و تمدن کے مظاہرہ کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کرتے ہیں اور علم و صنعت و ٹیکنالوجی کی عظیم طاقت کے سامنے مبہوت ہو کر سر تعظیم جھکا دیتے ہیں۔

یہ طلبہ یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں، سائنسی علوم، ریاضی اور دیگر علوم سے آشنا ہوتے ہیں جو ان تمام ترقی، تمدن، ایجادات اور صنعتوں کا سرچشمہ ہیں لیکن جس قدر پڑھتے ہیں اپنے اندر وہ صلاحیت نہیں پاتے کہ علوم سے استفادہ کریں اور صنعت و ٹیکنالوجی کی راہ میں کوئی قدم اٹھائیں۔اسی وجہ سے بدحواس ہو کر خود اعتمادی کھو دیتے ہیں اور کمزوری اور حقارت کا احساس کرتے ہیں۔ترقی یافتہ ملکوں کے صنعت گروں اور دانشوروں کو بہت ممتاز اور غیر معمولی عقل کے مالک افراد سمجھنے لگتے ہیں اور خود کو نیز اپنے ملک کو اس سطح سے نیچے اور کمزور تصور کرتے ہیں کہ علم و صنعت کی راہ میں کوئی قدم اٹھائیں اور تحقیق و تجسس اور صنعت و ایجادات کے میدان میں قدم رکھیں۔

ایسی یونیورسٹیاں تحقیق و تجسس، ترقی و صنعت اور ایجادات کا مرکز نہیں بنیں گی بلکہ استعماری ملکوں سے وارد ہونے والے علوم اور مفروضات کے بیان کرنے، پڑھنے اور نوٹ کرنے کا مرکز بن کر رہ جائیں گی۔ان یونیورسٹیوں کے طلبہ اور ان سے فارغ التحصیل ہونے والوں کے علوم کی قبلہ گاہ یا مشرق ہے یا مغرب ہمیشہ وہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کوئی نئی بات اس دنیا سے پہنچے اور وہ اسے نگل

لیں۔

وہ کبھی اس کی جرأت و ہمت نہیں کرتے کہ خود تحقیق و عمل کے میدان میں قدم رکھیں اور علوم و صنائع میں کوئی اضافہ کریں یا کم از کم دوسروں کے ایجاد کردہ صنائع خود بنائیں اور اپنے ملک و قوم کو استعماری وابستگی سے نجات دیں۔

حکام اور ملکوں کی باگ دوڑ سنبھالنے والے افراد بھی زیادہ تر ان ہی یونیورسٹیوں سے نکلنے والے افراد ہوں گے جو ایسے ہی احساس حقارت اور طرز تفکر کے ساتھ معاشرہ میں داخل ہوتے ہیں اور ملک کا نظام چلاتے ہیں۔ نتیجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا کہ اپنے ملک کے دروازے اغیار کے لئے کھول دیں، قدرتی ذخائر اور خداداد معدنیات کو بہت ہی حقیر و ناچیز قیمتوں پر ان کے حوالہ کر دیں اور ان کے بدلے آرائش وسجاوٹ کی کچھ غیر ضروری چیزیں حاصل کر کے عوام تک پہنچائیں اور اپنے ملک کو اقتصادی، فوجی، ثقافتی اور سیاسی موڑ میں ان سے وابستہ کر دیں اور کبھی ملک کو چلانے اور علوم کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے ان کے آگے ہاتھ پھیلائیں اور ہزاروں منت سماجت کے ساتھ ایک قرض حاصل کر کے ہمیشہ کے لئے وابستگی اور غلامی کی سند پر دستخط کریں۔

البتہ اساتذہ، طلاب اور ملکوں کے ذمہ داروں میں اچھے، خیر خواہ اور اصلاح پسند افراد بھی ہوتے ہیں جو اپنے ملکوں کے حالات پر رنجیدہ خاطر ہوتے ہیں اور ان کا حل تلاش کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے اور وہ خود بھی ان ہی یونیورسٹیوں کے تربیت یافتہ ہیں جس کی عمومی فضا پر کمزوری اور حقارت کا احساس طاری رہا ہے۔ لہٰذا اس عظیم مشکل یعنی اغیار سے ملک کی وابستگی کے مسئلہ میں خود کو ناتواں اور عاجز خیال کرتے ہیں۔

یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ذلت و احساس کمتری اور کمزوری یونیورسٹیوں کی سب سے بڑی اور سب سے خطرناک بلائیں ہیں جنہیں استعماری طاقتیں بڑے ہی نپے تلے پروگرام کے ساتھ تیسری دنیا کے ممالک کی یونیورسٹیوں میں رائج کرتی ہیں۔

امام رضوان اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''انہوں نے کوشش کی کہ ہماری ثقافت کو استعماری بنا دیں۔تعلیمات کا سلسلہ اس طرح قائم کیا کہ انسانی تعلیم میں ارتقاء پیدا نہ ہونے پائے۔ہمارے پاس سب کچھ ہے لیکن انہوں نے ہمیں ایسا بنا دیا ہے کہ ہم خیال کریں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔بھائیو! جوانوں کو اپنے آپ پر اعتماد کرنے والا اور مستقل مزاج بناؤ۔''

انہوں نے یونیورسٹی کو ایسی شکل میں ڈھال دیا کہ جو افراد میں سے نکلتے ہیں ان ہی غیر ملکیوں کے لئے کارآمد ہوتے ہیں۔انہوں نے مغرب اور اس کی ترقیوں کا اس قدر پروپیگنڈہ کیا کہ ہمارے جوان یونیورسٹیوں سے مغربی بن کر نکلیں۔یونیورسٹیوں سے اساتذہ نے ان طویل برسوں میں خصوصیت سے گزشتہ پچاس برسوں میں ایسی چیزوں کو جوانوں کے دماغوں میں بھر دیا تھا اور انہیں یہ یقین دلا دیا تھا کہ ہم خود کچھ بھی نہیں ہیں۔ہماری ساری چیزیں وہاں کی ہونی چاہیے۔جس کا نتیجہ یہ ہو کہ ان کے دماغوں میں یہ بات نہ آئی کہ خود بھی کوئی چیز ایجاد کریں۔

''ہر معاشرہ کا وجود اور اس کا استقلال خود اس کی مستقل ثقافت پر منحصر ہے اور یہ سوچنا سادہ اندیشی ہے کہ ثقافتی وابستگی کے ساتھ دوسرے شعبوں یا کسی ایک شعبہ میں اس معاشرہ کا استقلال و سالمیت ممکن ہے۔یہ بلاوجہ اور صرف اتفاقیہ نہیں ہے کہ استعمار کا اصل مقصد جو ان کے تمام مقاصد میں سرفہرست ہے اپنے زیر تسلط تمام معاشروں کی ثقافت پر حملہ کرنا ہے۔یہ اتفاقی نہیں ہے کہ مختلف ملکوں منجملہ ایران کے تعلیم و تربیت کے مراکز، پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک استعمار خصوصاً مغرب اور ادھر گزشتہ برسوں میں امریکہ اور روس کی تاخت و تازہ کا نشانہ بنے اور مغرب و مشرق سے متاثر افراد کی زبانیں اور قلم نیز یونیورسٹیوں کے مغرب زدہ اور مشرق زدہ اساتذہ نے جان بوجھ کر یا بلا سوچے سمجھے یونیورسٹی کی تاسیس سے اب تک کی طویل مدت میں اور خاص طور سے ان گزشتہ دہائیوں میں مغرب و مشرق کے لئے یہ عظیم خدمت انجام دی۔''

۳) علمائے دین کو یونیورسٹیز سے جدا کرنا ہے

استعمار کا تیسرا خطرناک و منحوس منصوبہ علمائے دین کو یونیورسٹیز سے جدا کرنا ہے۔علمائے دین اور یونیورسٹی کے دانشور معاشرہ کے دو ممتاز ،روشن خیال اور محبوب طبقے میں اور عوام کے درمیان ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں اور اس قدر علمی و فکری توانائی رکھتے ہیں کہ لوگوں کے سماجی امور کو اپنے ہاتھ میں لے سکیں اور انہیں سعادت و خوش بختی سے ہمکنار کر سکیں ۔اگر یہ دو ممتاز گروہ باہمی تعاون و ہمفکری رکھیں تو ان کا ملک آباد و مستقل اور ان کی قوم سعادت مند و سربلند رہے گی اور استعمار ایسے ملک میں نفوذ و تسلط پیدا نہ کر پائے گا۔اسی وجہ سے استعمار کا ایک منحوس وخطرناک منصوبہ ان دو گروہوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنا ہے ۔وہ اپنے پروپیگنڈوں اور گوناگوں حیلہ بازیوں سے یونیورسٹیز کے افراد کو دینی مراکز وار علمائے دین سے بدبیں کرتے ہیں،ان کو فضول و بیہودہ رجعت پسند علم و دانش اور ملکی ترقی کا مخالف ظاہر کرتے ہیں۔

ان کی آبزرویزی کے لئے جھوٹ بولتے ہیں تہمت لگاتے ہیں اور ڈرامے رچاتے ہیں ،دوسری طرف علمائے دین اور دینی مراکز کو یونیورسٹی اور یونیورسٹی پر قبضہ کرنے اور یونیورسٹی والوں سے بدبیں بناتے ہیں،ان کو بے دین،لاابالی اور وطن فروش ظاہر کرتے ہیں ۔اس طرح علماء دین گوشہ نشین ہو جاتے ہیں اور سیاست سے خود کو الگ کر لیتے ہیں ۔نیز یونیورسٹی میں بھی ان کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔

نتیجہ میں استعماری طاقتوں کے لئے یونیورسٹی پر قبضہ کرنے اور وہاں اپنے منحوص منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے اور طلبہ کو اپنی طرف جذب کرنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہ جاتی اور ایسی صورت میں وہ یونیورسٹی کے طلبہ سے معنویات کو دور کر کے ان میں مادیت کی روح پیدا کر سکتے ہیں اور ان ہی حالات میں وہ یونیورسٹی کو خود سے وابستہ اور اس کے طلبہ کو مغرب زدہ یا مشرق زدہ پروان چڑھا سکتے ہیں۔

حضرت امام طاب ثراہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''انہوں نے ان دوطبقوں کے درمیان بھی جدائی ڈال دی ۔اس طرح کہ روحانی و علماء یونیورسٹیز سے بدبیں تھے اور یونیورسٹیز علماء اور روحانیوں سے،اور یہ منصوبہ اس لئے تھا کہ ان دو مؤثر گروہوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیں اوران سب کو قوم سے علیحدہ کر دیں تا کہ یہ لوگ کوئی کام انجام نہ دے سکیں اور وہ (استعماری طاقتیں) اس ملک سے فائدہ اٹھائیں۔''

ان دو گروہوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لئے بڑی کوششیں ہوئی ہیں کہ اگر یہ دونوں گروہ متحد ہو جائیں گے تو ملک کے امور میں اصلاح پیدا ہو جائے گی اور یہ دو گروہ علمائے دین اور اہل دانشگاہ ہیں ۔انہوں نے ان دو گروہوں میں تفرقہ پیدا کرنے کی کس قدر کوشش کی یہاں تک کہ یونیورسٹی میں عالم دین کا نام نہیں لے سکتے تھے نہ فیضیہ میں کسی اہل دانشگاہ کا ذکر کر سکتے تھے۔

''اہل دانشگاہ (یونیورسٹیز کے افراد) اہل فیضیہ (دینی مدارس کے افراد) کے ہاتھوں میں ہاتھ دیں اور مشرق ومغرب کو الگ ہٹا کر خود اپنے ملک کے مصالح کے لئے اور اپنے اسلام عزیز کے مصالح کے لئے عمل کریں اور ہمارے عزیز نونہالوں کی اس طرح پرورش کریں کہ نہ اس طرح پرورش کریں کہ نہ ان کا قبلہ ماسکو ہو نہ ان کا قبلہ لندن اور نہ واشنگٹن ۔ان کا قبلہ مکہ ہو اور ان کی توجہ خدائے تبارک وتعالیٰ کی جانب ہو۔وہ اسلام کو اپنی آغوش میں لیں کہ ان کا استقلال اور ان کی عزت اسلام کے سایہ میں ہے۔''

''میرے یونیورسٹی کے عزیزو! اور میرے فیضیہ (دینی مدارس) کے عزیزو! آگاہ رہئے کہ دشمن اس کوشش میں ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان تفرقہ ڈال دے اور یہ بات پیش نظر رہے کہ اگر یونیورسٹی اور مدارس دینیہ کی اصلاح ہو جائے تو آپ کا ملک اپنے استقلال وآزادی کا بیمہ کرے گا۔''

تیسری دنیا کے ممالک کی یونیورسٹیوں کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ استعماری طاقتوں کے پروگراموں اور منصوبوں کے مطابق چلائی جاتی ہیں ۔پروگرام ان سے لئے جاتے ہیں ۔کتابیں وہاں سے آتی ہیں ۔تعلیمی موضوعات اوران کی خواہشات کے مطابق ترتیب وتنظیم کئے جاتے ہیں ۔اکثر

اساتذہ بیرون ملک کے تعلیم یافتہ یا غیر ملکی ہوتے ہیں مختصر یہ کہ میں یونیورسٹی مخفی اور کبھی علنی طور پر استعماری طاقتوں کے زیر نظر ان کے خواہشات و ارادوں کے مطابق چلائی جاتی ہے۔ اس طرح وہ یونیورسٹی کو تسخیر کر لیتے ہیں اور اپنی ثقافت وتہذیب وہاں برآمد کرتے ہیں۔ ان کے پروگراموں کو اس طرح مرتب کرتے ہیں کہ ان یونیورسٹیوں سے فارغ ہونے والے ان ہی کی خدمت میں رہیں۔ قوم کے خدمت گزار نہ بنیں۔ پروگراموں کی ترتیب و تنظیم میں مادیت، منفعت پرستی اور سند کے حصول کی روح یونیورسٹی کے طلبہ میں انجکٹ کرتے ہیں۔ خدا کو علوم وسائنس کے میدان سے خارج کر دیتے ہیں۔ علم کو خدا کی جگہ پر قرار دیتے ہیں اور طلبہ کو اس کی عبادت کورنش پر مجبور کرتے ہیں، انسانی اخلاق نیز معارف ومعنویات کو یونیورسٹی کے دائرہ سے خارج کر دیتے ہیں۔

تعلیمی پروگراموں کو اس طرح تنظیم کرتے ہیں کہ اساتذہ اور طلبہ کہنے اور سننے، یاد کرنے اور مکررات کی تکرار کرنے کے سوا کوئی اور کام نہیں کرتے۔ ان میں کبھی تحقیق کرنے، آزمائش کرنے نیز ایجاد وتعمیری کرنے کی جرأت پیدا نہیں ہوتی۔ نتیجہ میں ایسی یونیورسٹی اور ایسا ملک گویا اب تک دوسروں سے وابستہ اور استعماری طاقتوں کے غلط مقاصد کی تکمیل کرنے والا ہی بنا رہنا چاہیے۔

اور یہ تیسری دنیا کے ملکوں خاص طور سے اسلامی ممالک کی سب سے بڑی مشکل ہے جس کا حل تلاش کرنا ضروری ہے، اور اس کے علاوہ اس کا کوئی اور چارہ نہیں ہے کہ پروگراموں اور منصوبوں کی تنظیم کا کام روشن خیال دینی علماء اور یونیورسٹی کے متدین دانشور خود اپنے ہاتھ میں لیں اور یونیورسٹی میں تبدیلی اور ایک انقلاب لائیں۔ ایسی یونیورسٹی جس کا منصوبہ قوم کا درد رکھنے والے افراد ملکی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے تیار کریں۔ یقیناً قوم کی خدمت کرے گی۔ ایسی یونیورسٹی نہیں جس کے پروگرام استعماری طاقتیں مرتب کریں۔ ایسی یونیورسٹی استعماریوں کی خدمت کرے گی۔ کیونکہ وہ اپنے منافعوں کو ہمارے منافعوں پر ترجیح دیں گے۔

امام خمینیؒ طاب ثراہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''ایک قوم کو تہذیب وثقافت کی ضرورت ہوتی ہے۔ قوم اپنی تہذیب وثقافت کے ذریعہ ہی

سیاسی زندگی جی سکتی ہے۔آج ہماری ثقافت ایسی ثقافت ہے جوخود مستقل نہیں ہے اورعوام سے مربوط نہیں ہے بلکہ اس کاانتظام غیر ملکیوں کے ہاتھ میں ہونااوران ہی کے حکم سے اس کامنصوبہ بنناضروری ہے ۔لہٰذاوہ ایک سالم تہذیب وثقافت وتہذیب وثقافت ہمیں نہیں دیتے اور نہ ہی تہذیب یافتہ مہذب افراد ہمارے حوالہ کرتے ہیں۔"

"انہوں نےکوشش کی کہ ہماری تہذیب کو استعماری بنادیں،ہماری تعلیم کو اس انداز سے قرار دیا کہ انسانی تعلیمی رشدوارتقا پیدانہ ہونے پائے ۔ہمارے پاس سب کچھ ہےلیکن انہوں نے ہم کو ایسابناڈالاہےکہ ہم سوچیں کہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔"

"چونکہ یہ بات دنیا میں منعکس تھی کہ یونیورسٹی کو بند نہیں کیا جا سکتا لہٰذا انہوں نے یونیورسٹی کو کھلا رہنے دیالیکن اس یونیورسٹی کوکھلا رہنے دیالیکن اس یونیورسٹی کی صورت میں نہیں جوایک قوم کے کام آئے اورقوم کے کسی درد کامداوا کرے۔انہوں نے یونیورسٹی کو اس شکل میں ڈھال دیا کہ وہاں سے ایسے افراد نکلتے ہیں جوان ہی غیر ملکیوں کے کام آئیں۔"

"اہم ترین مسائل میں سے ایک مسئلہ تمام درسگاہوں اورمشینریوں خاص طور سے یونیورسٹی اور کالجوں میں تعلیم وتربیت کے منصوبوں کی بنیادی تبدیلیوں کاہے تاکہ ثقافتی مشینری غرب زدگی اور استعماری تعلیمات سے نجات پاجائے۔صحیح بنیادی تغیرات اورثقافتی وعلمی انقلاب کے بغیر فکری انقلاب ممکن نہیں ہے۔"

"ان ہی خفیہ مشینریوں نےاس کی مہلت نہ دی کہ تعلیم یافتہ طبقہ اسلام کے مقدس احکام،خاص طور سے اس کے تنظیمی،اجتماعی اوراقتصادی احکام کی طرف متوجہ ہو،اوراپنے گوناگوں پروپیگنڈوں کے ذریعہ انہوں نے یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ اسلام کے پاس عبادی احکام کےعلاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔جب کہ اس کے سیاسی وسماجی اصول وقوانین اس کے عبادی مطالب سے کہیں زیادہ ہیں۔یونیورسٹیوں کو ایسامرکز بنائیے کہ وہ علم وتہذیب کامرکز ہوتا کہ تمام لیاقتیں اورتجربات ملک کی خدمت میں ہوں۔"

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایسی یونیورسٹی ہو کہ آئندہ چند برسوں کے بعد اپنی تمام ضرورتوں کے لئے خود یہیں تعلیم حاصل کریں۔

(ج) یونیورسٹیوں کو اسلامی بنانا

حضرت امام طاب ثراہ کے نقطہ نظر سے ملکوں کی مشکلات کا تنہا حل یہ ہے کہ یونیورسٹیاں اسلامی ہوں۔قوموں کی تمام بدبختیاں یونیورسٹی والوں کے ذریعہ ہی جنم لیتی ہیں۔لہٰذا ان کی سعادت وخوش بختی کی بنیادیں بھی یونیورسٹیوں کو اسلامی بنا کر ان ہی یونیورسٹیوں میں پڑھنا ہے۔حضرت امام قدس سرہ کے نظریہ کے مطابق اگر یونیورسٹیاں تمام جہات میں اسلامی ہو جائیں تو قوموں کی سعادت وخوش بختی اور ملکوں کی عظمت وترقی کی ضامن بن جائیں گی۔لہٰذا آپ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''یونیورسٹیوں کو ایک اسلامی یونیورسٹی بنائیے۔''

''یونیورسٹیوں میں بنیادی طور سے تبدیلی آنا چاہیے۔اور انہیں نئے سرے سے بنانا چاہیے تا کہ وہ اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ہمارے جوانوں کی تربیت کریں۔مغربی تعلیمات کی بنیاد پر تربیت نہ کریں۔''

''یونیورسٹی کو ایک ایسا مرکز بنائیے جو علم وتہذیب کا مرکز ہو تا کہ تمام مہارتیں ولیاقتیں خود ملک کی خدمت میں ہوں۔''

''یونیورسٹی کو اسلامی کیا جانا چاہیے تا کہ جو علوم اس میں پڑھائے جاتے ہیں۔قوم کے لئے،قوم کو قوی بنانے کے لئے اور قوم کی ضرورتوں کے مطابق ہوں۔''

''یونیورسٹی کے اسلامی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود مستقل ہو اور خود کو مغرب سے جدا کرے،خود کو مشرق کی وابستگی سے علیحدہ کرے اور ہم ایک مستقل قوم،ایک مستقل یونیورسٹی اور ایک مستقل ثقافت وتہذیب کے مالک ہوں۔''

ہم جو اسلامی یونیورسٹی کی بات کرتے ہیں،تو اس سے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک کی یونیورسٹی ہو جس کی بنیاد قوم کی ضرورتوں پر استوار ہو اور وہ قوم کے لئے ہو۔''

مغربی یونیورسٹیوں اور اسلامی یونیورسٹیوں کے درمیان فرق ان منصوبوں میں ہونا چاہیے جنہیں اسلام یونیورسٹیوں کے لئے پیش کرتا ہے ۔مغربی یونیورسٹیاں چاہے جس مرتبہ کو پہنچ جائیں صرف طبیعت کو درک کرتی ہیں ۔طبیعت کو معنویت کے لئے مہار نہیں کرتیں ۔اسلام طبیعی علوم کے استقلال کا نظریہ نہیں رکھتا۔تمام طبعی علوم چاہے جتنی ترقی کر جائیں پھر بھی وہ نہیں ہیں جو اسلام چاہتا ہے۔

اسلام حقیقت و واقعیت کے لئے طبعیت کو مہار کرتا ہے اور سب کو وحدت و توحید کی طرف لے جاتا ہے ۔تمام مکاتب فکر اور توحیدی مکاتب فکر ،جن میں سب سے عظیم مکتب فکر اسلام ہے ،کے درمیان فرق یہ ہے کہ اسلام اسی طبعیت میں ایک دوسرا معنی و مفہوم رکھتا ہے ۔اسی طبعیت میں ایک دوسرے معنی چاہتا ہے ۔اسی علم نجوم میں ایک دوسرے مفہوم کا مطالبہ کرتا ہے۔

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا،حضرت امام خمینی قدس سرہ اسلامی ممالک کی یونیورسٹیوں کو استعماریوں کا سب سے بڑا مرکز سمجھتے ہیں ۔کہ وہ وہاں اپنی مادیت کی تہذیب کو رائج کرتے ہیں اور بڑے ہی دقیق منصوبوں کے ساتھ کم ظرف،خود فروش اور منفعت پرست افراد کی تربیت کرتے ہیں تاکہ اگر وہ کسی منصب یا عہدہ پر پہنچیں تو استعمار کے منافع کا پورا خیال رکھیں اور ان کے نئے استعماری منصوبوں اور لوٹ کھسوٹ کے لئے راہ ہموار کرتے رہیں اور ملک کی ویرانی ،اس کے طبیعی ذخائر کے غارت ہونے اور اپنی قوم کے فقر و محرومیت پر انہیں ذرا بھی دکھ کا احساس نہ ہو۔

اسی وجہ سے حضرت امام ثقافتی تبدیلی اور یونیورسٹی کے انقلاب کو مشکلات کے حل کی سب سے اہم راہ سمجھتے ہیں ۔لیکن یہ انقلاب اسلامی ہو نہ کہ کسی اور طرح کا انقلاب ۔امامؒ کا اعتقاد یہ ہے کہ اگر یونیورسٹیاں اسلامی ہوگئیں تو اسلامی ممالک کی زیادہ تر مشکلیں حل ہو جائیں گی اور یونیورسٹیوں میں اسلامی انقلاب کے بغیر ہر طرح کی معاشرتی اصلاح بلکہ کسی طرح کا انقلاب بھی اپنی کامیابی کی آخری منزل تک نہ پہنچ پائے گا۔کیونکہ اس کے پاس کوئی قابل اعتبار اجرائی و عملی ضمانت نہیں ہے ۔بنابر ایں یونیورسٹیوں کے اسلامی ہونے کی ضرورت و اہمیت صاحبان فکر اور اصلاح پسند افراد پر پوشیدہ نہیں ہے لیکن اس مفہوم کی پوری طرح سے وضاحت اور اس کا خارج میں عملی جامہ پہننا کوئی آسان کام

نہیں ہے لیکن اگر روشن خیال فقہا اور اسلام شناس افراد اور یونیورسٹی کے علوم کے متدین دانشور باہمی تعاون وتفاہم رکھیں تو بہت ممکن ہے کہ وہ یونیورسٹیوں کو مکمل طور پر اسلامی بنانے کے لئے ایک جامع منصوبہ مرتب کر سکتے ہیں اور اس پر عمل کر سکتے ہیں۔

خوش قسمتی سے حضرت امام طاب ثراہ جو اس اہم ترین اور تقدیر ساز مسئلہ پر خصوصی توجہ رکھتے تھے انہوں نے اس سلسلہ میں اپنی بہت سی تقریروں کے ضمن میں بہت ہی اہم اور حساس نکتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو راہنما ثابت ہو سکتے ہیں۔ راقم الحروف موصوف کے بیانات سے استفادہ کرتے ہوئے اختصار کے ساتھ مستقبل میں ایک اسلامی یونیورسٹی کا خاکہ پیش کرتا ہے۔

اسلامی یونیورسٹی

اس یونیورسٹی کا مقصد، عالم و دانشور، دیندار، ذمہ دار، خیرخواہ، طاقت ور، خدمت گزار، صالح اور باعظمت انسانوں کی تربیت کرنا ہے کہ وہ اپنے علم اور لیاقت کو ملک کی آبادی اور لوگوں کی سعادت و خوش بختی اور رفاہ وترقی کے لئے کام میں لائیں اور اپنے ملک کے استقلال وعظمت کی راہ میں سنجیدگی سے جدوجہد کریں۔ اس یونیورسٹی کا منصوبہ باہر سے حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ اسلام شناس فقہا اور یونیورسٹی سے متعلق علوم کے ماہرین کے ذریعہ لوگوں کی واقعی ضرورتوں کے مطابق مرتب اور اس پر عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ اس منصوبہ میں انسانوں کے نفسانی وروحی پہلوؤں کی رعایت بھی کی جاتی ہے اور ان کی جسمانی و دنیوی زندگی کی بھی۔ اس منصوبہ میں دینی علوم یونیورسٹی کے علوم سے جدا اور نامانوس نہیں ہیں بلکہ ایک ایسے منسجم اور واحد امر کو تشکیل دیتے ہیں جس میں انسان کے دونوں حقیقی و واقعی پہلوؤں کی طرف توجہ دی گئی ہو۔ چونکہ طلبہ ہر چیز سے پہلے مسلمان ہیں اور انہیں اسلام کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اسلام شناسی کے ایک مکمل کورس (عقائد، معارف، اخلاق، احکام نیز اسلام کے سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی موضوعات) کی تعلیم ان کے لئے تنظیم وتدوین ہو اور ان کے درس کا جزو قرار پائے لیکن بس ان کی ضرورت کے بقدر نہ کہ تخصص و مہارت کی حد تک۔

درس اخلاق اور نفس کا تزکیہ وتہذیب یونیورسٹی کے باقاعدہ نصابوں کا حصہ ہو بلکہ ان میں سر فہرست ہو اور اس درس کی تعلیم میں مہذب اور باتقویٰ اساتذہ سے استفادہ کیا جائے تاکہ وہ طلبہ کے لئے نمونہ عمل قرار پائیں اور طلبہ ان کی گفتار و کردار کو اپنے لئے نمونہ قرار دیں ۔آداب زندگی، اجتماعی اخلاق جسطرح زن وشوہر کے حقوق اور بچوں کی تربیت کے اصولوں بھی اسی درسی نصاب کا حصہ ہوں گے ۔اس یونیورسٹی میں طبیعی علوم، خدا شناسی سے جدا نہیں ہیں بلکہ علم الارض (Geology) علم الحیات (Biology) علم النباتات (Botany) اور علم نجوم، میڈیکل سائنس ،فزکس، کمیسٹری اور دیگر طبیعی علوم بھی خدا شناسی کے بہترین سرچشمے شمار ہوتے ہیں ۔ان مضامین کے اساتذہ وطلبہ اپنی بحث وتحقیق میں دو بہت ہی اہم مقصد پیش نظر رکھتے ہیں ۔ پہلا مقصد ملک کو آباد کرنے، لوگوں کی گونا گوں ضرورتوں کو پورا کرنے اور زیادہ سے زیادہ آسائش کی صورت فراہم کرنے کی غرض سے عالم طبعیت میں چھپے ہوئے اسرار و رموز کا انکشاف ۔اساتذہ اور طلبہ اپنے اسلامی اخلاص اور بلند ہمتی کے ساتھ یونیورسٹی اور ملک کو باہر کی وابستگی سے نجات دینے کی کوشش میں مشغول ہوتے ہیں اور یونیورسٹی کو محض بیان کرنے، سننے، نوٹ کرنے، امتحان دینے اور سند حاصل کرنے والے خشک ماحول سے نکال کر بحث وتحقیق، تجربہ اور ایجاد وصنعت کے فعال ماحول میں لے آتے ہیں ۔اساتذہ اور طلبہ فقط بیان کرنے ،سننے ،مغرب سے آئے ہوئے علوم کو بار بار دہرانے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ دانشوروں کے تحقیقات ونتائج سے استفادہ کرتے ہوئے خود بھی صاحب نظر اور اہل تحقیق بنیں اور اپنے نئے تحقیقات کے نتائج ملک کے صنعتی مراکز کے حوالہ کریں اور ملک کی خود کفائی اور علمی وصنعتی وابستگی سے نجات کے لئے دوسرے ملکوں کی بھی مدد کریں ۔اس طرح وہ نہ صرف گزشتہ کمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے خود کو اور اپنے ملک کو انسانی تہذیب کے قافلہ تک پہنچاتے ہیں بلکہ خود اس کی اگلی صفوں میں نظر آتے ہیں ۔

دوسرا مقصد جس پر اسلامی یونیورسٹی کے اساتذہ وطلبہ کاربند ہیں یہ ہے کہ طبیعی علوم کو خداشناسی کا ذریعہ قرار دیتے ہیں ۔اپنی بحثوں، تحقیقات اور تجربات میں کائنات کے خلق کرنے والے کے علائم

وآثار کی جستجو میں بھی ہیں ،کائنات کی زیبائیوں اور حیرت انگیزیوں کے مطالعہ اور جہاں خلقت میں پوشیدہ اسرارورموز کے انکشاف کے ذریعہ خلاق کائنات کی قدرت وعظمت،حکمت وتدبیر اورعلم ودانائی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔اگراساتذہ اورطلبہ اس نقطہ نگاہ سے جہاں

مادی کی طبیعتوں کا جائزہ لیں تو یہ عالم طبیعت معرفت خدا کی ایک بہترین اورخوبصورت ترین کتاب میں تبدیل ہوجائے گا۔

اس یونیورسٹی کے اساتذہ و طلبہ مختلف انسانی علوم کے مطالعہ وتحقیق کے دوران ان میدانوں میں اسلامی نظریات کے مطالعہ اورتحقیق سے غفلت نہیں برتتے بلکہ ہمیشہ انہیں بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔

اس یونیورسٹی کے اساتذہ وطلبہ مختلف انسانی علوم کے مطالعہ وتحقیق کے دوران ان میدانوں میں اسلامی نظریات کے مطالعہ اورتحقیق سے غفلت نہیں برتتے بلکہ ہمیشہ انہیں بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔

اس یونیورسٹی کا ماحول بحث وتحقیق ،علم وعمل ،اخلاص ومعنویت کا ماحول ہے اورایک واقعی عبادت گاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔لوگ پڑھانےکوایک الٰہی فریضہ اوربہترین عبادت جانتے ہیں۔

اساتذہ فقط تنخواہیں لینے کے لئے درس نہیں دیتے بلکہ ایک فرض اورعبادت کے عنوان سے یہ فریضہ انجام دیتے ہیں ۔وہ ایسے طلبہ کی تربیت کرتے ہیں اور ایسے دانشور اورفرض شناس انسان بناتے ہیں جوقوم کی خدمت کریں اوراپنے ملک کو وابستگی وغلامی سے نجات دیں اوراسے آباد وخوش حال بنادیں۔

اس یونیورسٹی کے طلبہ بھی ڈگریوں کے حصول،منصب ومقام اورمال و دولت کے ارادہ سے درس نہیں پڑھتے بلکہ قربت کی نیت اور بندگان خدا کی خدمت کے ارادہ سے درس پڑھتے ہیں ۔درس پڑھنے کو ایک عبادت اورکلاس وتجربہ گاہ کو بمنزلہ مسجد شمار کرتے ہیں اور خودکو عبادت کی حال میں مشغول جانتے ہیں ۔درس پڑھتے ہیں تا کہ دانشور محقق بنیں اورخودکو عبادت کی حالت میں مشغول جانتے ہیں ۔درس پڑھتے ہیں تا کہ دانشور محقق بنیں اوراسلامی ملک کومنظم طور پر چلانے کے لئے کسی

شعبہ کی ذمہ داری سنبھالیں ۔اپنے ملک کو آباد اور اپنی قوم کو سعادت مند و سر بلند بنائیں،تعلیم حاصل کرتے رہیں تا کہ عوام کی خدمت کریں اور اپنے ملک کو غیروں کی وابستگی سے نجات بخشیں۔

اسلامی یونیورسٹی میں علوم قدیم و جدید دو حصوں میں تقسیم نہیں ہوتے بلکہ وہ دونوں کو علم اور قابل قدر سمجھتے ہیں ،علماء دین اور یونیورسٹی کے علوم کے ماہر دانشور ایک دوسرے سے جدا اور ایک دوسرے سے بدبیں نہیں ہیں بلکہ دونوں یونیورسٹی میں سرگرم عمل ہیں اور اپنے اپنے فریضہ کو انجام دیتے ہیں اور دونوں ایک ہی منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں اور وہ ہے دانشور ،ذمہ دار،فرض شناس،خدمت گزار،خوش اخلاق ،قوی اور نعمت کش انسانوں کی تربیت۔

اس دن کی امید کے ساتھ جب حوزہ علمیہ اور یونیورسٹی کے باہمی تعاون سے اسلامی مما لک کی یونیورسٹیوں میں بنیادی تبدیلیاں پیدا ہوں اور یہ یونیورسٹیاں اسلامی مما لک کی خود کشائی ،ترقی اور عظمت کی راہ میں ایک قومی مرکز کی حیثیت سے قدم اٹھائیں۔

☆........☆........☆